مفتیٔ اعظم ۔ مدبرِّ اعظم

مؤلفہ

مفتی سلطان رضا نوری

رضا اکیڈمی بمبئی

۲۶ رنمبر کامبیکر اسٹریٹ بمبئی ۳

۷۸۶
۹۲

مفتیِ اعظم ۔ مدبّرِ اعظم

مؤلّفہ

مفتی سلطان رضا نوری

مہتمم

دارالعلوم مفتیِ اعظم ہند، گجادھر پور بہرائچ شریف

ناشر:

رضا اکیڈمی

۲۶، کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳ • فون : ۳۷۰۲۲۹۶

سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۹۸

نام کتاب ______ مفتیٔ اعظم۔ مدبّرِ اعظم

مؤلف ______ حضرت مفتی سلطان رضا بہرائچی

ناشر ______ رضا اکیڈمی: ۲۶؍۲ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳۔ فون نمبر: ۳۷۰۲۲۹۶

سن اشاعت ______ ۲۰۰۱ء

مطبوعہ ______ رضا آفسیٹ: ۱۲۳؍ایم ای سارنگ مارگ آف میمن واڑہ روڈ ممبئی ۳۔

قیمت ______

ملنے کے پتے

۱۔ النشریات السنّیہ دار العلوم مفتی اعظم، گجادھر پور، بہرائچ، یو۔پی ۲۷۱۹۰۲

۲۔ مکتبۃ المصطفیٰ، قادری مسجد گلی منہاران بریلی شریف

۳۔ قادری کتاب گھر، نو محلہ مسجد بریلی شریف

مقدمہ

ڈاکٹر مولانا عبد النعیم عزیزی، ۱۰۴، جسولی۔ بریلی شریف

وہ نائب رسول جسے زمانے نے مفتی اعظم تسلیم کرلیا ہو ظاہر ہے کہ وہ شخصیت کس قدر عظمت و فضیلت اور بزرگی کی حامل رہی ہوگی، لیکن ایسی عظیم وجلیل شخصیت کی حیات و شخصیت اور ان کے دینی، علمی، روحانی، اصلاحی اور ادبی کارناموں پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے اس بلند و بالا ہستی کے قصر عظمت کا صرف باب ہی کھولا گیا ہو۔

دراصل ہمارے یہاں اسٹیج اور تقریر کو جتنی اہمیت دی جاتی ہے قلم اور تحریر کو اس کا عشر عشیر مقام بھی نہیں مل رہا ہے۔ حالانکہ صدائیں فضاؤں میں گم ہو جاتی ہیں اور قرطاس پر نقش تحریریں سدا قائم رہنے والی ہیں۔ البتہ ادھر چند برسوں سے چند دردمند علماء اور دانش وروں نے اس طرف پوری پوری توجہ مبذول کی ہے اور تقریری جلسوں اور کانفرنسوں کے ساتھ ساتھ سمینار وغیرہ کا بھی رواج پروان چڑھ رہا ہے، اور اہل علم و قلم کی پذیرائی ہونے لگی ہے۔

دور کوئی بھی ہو لٹریچر کی اشاعت کے بغیر قوم کے افکار و نظریات کے دھارے کو موڑ کر اسے صحیح، صالح اور تاباں و توانا رخ نہیں عطا کیا جاسکتا ہے۔ قلم کی عظمت و اہمیت پر تو قرآن حکیم شاہد ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ قلم کو علم و فکر صالح سے آراستہ کر کے اسے غلبۂ اسلام کی خاطر حرکت دی جائے اور موجودہ نسل نیز آنے والی نسلوں کیلئے تحریر کا ایسا خزانہ اور ایسا اجالا چھوڑا جائے کہ وہ نہ تو کسی کا محتاج بن سکے اور نہ ہی کوئی تاریکی اسے اسیر کرسکے۔ صالح لٹریچر کے سلسلے میں نامورانِ قوم و ملت کی حیات و شخصیت اور ان کے مقدس تقدیسی و پر عظمت کارناموں کو عام کرنا بھی ضروری ہے تاکہ افراد ملت نور

کے ان مناروں سے روشنی حاصل بھی کرسکیں اوران کے علم وافکار سے مالامال ہوکر علم و تحقیق کے نئے نئے ابواب کھولیں اور خوبصورت شاہراہیں قائم کریں۔

بلاشبہ شہزادۂ اعلیحضرت مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ العزیز بھی ایسی عظمت تاب اور مشاہیر شخصیات میں ایک ہیں جن کی حیات و شخصیات اور کارناموں پر جتنا بھی لکھا جائے اور جس قدر تحقیقی امور انجام دئے جائیں کم ہیں۔

آج نہ صرف برصغیر بلکہ ایشیا کے مختلف ممالک نیز یورپ وافریقہ اور امریکہ میں بھی ان کے لاکھوں مریدین و معتقدین پھیلے ہوئے ہیں اور انھیں اپنے مرکز عقیدت اور عالم اسلام کی اس عظیم المرتبت شخصیت کے حالات زندگی، ان کی زہرہ صورت، مشتری سیرت اوران کے ہشت پہل تقدیسی و عظیم کارناموں کو جاننے کے لئے ولیٔ للک ہے۔

بہر کیف اس بڑی برکتوں والی ذات کے بارے میں سچائی کو بروئے کار لاکر جو بھی قلمکار جو کچھ اور جتنا کچھ لکھ رہا ہے اس کے لئے یقیناً وہ مبارک باد کے قابل ہے اور ہر طرح سے اس کی پذیرائی اور حوصلہ افزائی ہمارا اخلاقی اور ملّی فریضہ ہے۔

فاضل نوجوان حضرت مفتی سلطان رضا صاحب بھی ایسے ہی دردمند اور باعزم علماء اور قلم کاروں میں ہیں جو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات و شخصیت اور کارناموں کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ اسی جذبے کے تحت انھوں نے زیر نظر تالیف سے پہلے بھی دو کتابیں۔ (۱) تذکرہ خلفائے مفتی اعظم اور (۲) مجدد ابن مجدد لکھیں جو طبع ہوکر قبول خاص و عام ہوئیں۔

زیر نظر تالیف "مفتی اعظم۔ مدبّر اعظم۔ سیدنا مفتی اعظم کی حیات و شخصیت اور ان کے دینی، اصلاحی، سیاسی، فقہی، مدبرانہ و مفکرانہ کارناموں پر مشتمل ہے فاضل مؤلف کی اس تالیف کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوزہ میں دریا کو بھر دیا ہو۔ اس رسالہ میں حضرت مفتی اعظم کی مختصر سوانح، عظمت فتویٰ و تقویٰ، سیاسی بصیرت، تابش تبلیغ، نکہت روحانیت و تصوف، گرانقدریٔ علم و فضل، قومی اصلاح اور مفتی اعظم کے تشکیل قومیت کے لائحہ عمل، ابطال باطل و احقاق حق، انکی سادگی

حلیمی وکریمی، شفقت ومحبت وغیرہ کے روشن پہلوؤں کا دل کش نظارہ ملے گا اور ہر قاری اپنا ہو یا بیگانہ سبحان اللہ اور مفتی اعظم زندہ باد کی صدا بلند کرنے پر مجبور ہوجائیگا زبان وبیان کا انداز ادبی بھی ہے اور علمی بھی

مولائے قدیر مولانائے محترم کی اس تالیف کو شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین آمین! بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

پیش لفظ

راقم، حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کا مرید اور ادنیٰ خادم ہے۔ برسوں ان کے دیار میں رہا ہے۔ انھیں دیکھنے، ان سے ملنے اور ان کی خدمت کا شرف بھی حاصل رہا ہے۔ اور انھیں کی عظمتوں کے طفیل اور دعاؤں کے صدقے میں دار العلوم مظہر اسلام میں کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ناچیز کو اپنے مرشد برحق سے بے پایاں عقیدت ہے اور یہ فطری امر ہے۔ لیکن اس کا مرکز عقیدت صرف اسی کا مرکز عقیدت نہیں ہے بلکہ لاکھوں کروڑوں عوام و خواص کا مرکز عقیدت ہے اور اس رسالہ کو لکھنے میں جہاں اسکی عقیدت کو دخل ہے وہیں اس حقیقت کو بھی دخل ہے کہ جب لوگ ٹمٹماتے چراغوں اور جھلملاتے ستاروں کو منارۂ نور اور مہر منیر بنا کر پیش کرتے ہیں تو کیوں نہ اس کی روشنی سے زمانے کو منور و تاباں کیا جائے جو حقیقۃً خورشید عظمت ہے۔ احقر نے اس سے قبل بھی دو رسالے تذکرہ خلفائے مفتی اعظم اور مجدد ابن مجدد لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اور ان رسالوں کو شرف قبول بھی حاصل ہوا ہے۔ اب یہ تیسری تالیف ناظرین کے سامنے ہے اور فیصلہ انھیں کو کرنا ہے کہ احقر اپنی کاوش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔ البتہ احقر نے عقیدت کے پیش نظر کسی طرح کی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا ہے بلکہ پورے طور پر حقیقت کو مدّ نظر رکھا ہے۔

اس رسالہ کی تالیف میں ادیب شہیر اور فاضل محقق ڈاکٹر مولانا عبد النعیم عزیزی نے مشورے بھی دئے ہیں اور اس کی رہنمائی بھی کی ہے لہٰذا ان کا شکریہ نہ ادا کرنا سراسر زیادتی ہوگی۔ راقم ان کا بہت ہی مشکور ہے اور ان کی صحت و سلامتی اور کامیابی کی دعا کرتا ہے۔

(حقیر) سلطان رضا نوری بہرائچی

۷۸۶/۹۲

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ النبی الکریم

یوں تو برصغیر ہندو پاک نے ایک سے بڑھ کر ایک نادر روزگار ہستیوں کو جنم دیا ہے لیکن ان میں سے چند ہی ایسے ہیں جنہوں نے عالم انسانیت اور عالم اسلام پر اپنے گہرے اور ہمہ گیر اثرات چھوڑے ہیں جن میں ایک عظیم تر، معتبر اور منور شخصیت کو زمانہ مفتیٔ اعظم ہند کے نام نامی اسمِ گرامی سے جانتا اور مانتا ہے۔ وہ کہلاتے تو مفتیٔ اعظم ہند تھے لیکن حقیقتہً وہ مفتیٔ اعظم عالم اسلام تھے۔ ان کی حیاتِ ظاہری میں تو اس خاکدانِ گیتی پر ان سے بڑا کیا ان کے ہم پلہ بھی کوئی عالم، فقیہہ یا مفتی نہیں تھا۔ آج بھی اس کرۂ ارضی پر ان کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ نہ صرف یہ کہ مفتیٔ اعظم تھے بلکہ بیک وقت عالمانِ شریعت اور سالکان طریقت کے رہبر و رہنما تھے، اور آج بھی نور کے اس بلند و بالا مینار کی رہنمائی میں مسافرانِ حق حق راستہ طے کرتے اور منزل سے ہمکنار ہوتے نظر آرہے ہیں۔

علم و فضیلت و معرفت کے اس مہرِ درخشاں کے کِن کِن رنگوں، پہلوؤں اور زاویوں کو اجاگر کیا جائے۔ عظمت کے اس خورشید خاوری کی تو ہر شعاع بذاتِ خود ایک آفتاب و مہتاب کی تب و تاب کی حامل ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں شہزادہ امام احمد رضا۔ رضائے مصطفےٰ۔ مصطفےٰ رضا۔ مجدد ابنِ مجدد حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کے چند تاباں و عطر بیز پہلوؤں سے مندرجہ ذیل خطوط کی روشنی میں نکہت و نور کے حصول کی کوشش کی جارہی ہے۔

(۱) مسند افتاء سے اہلسنت کے عقائد کا علمی محاذ پر تحفظ

(۲) مسندِ رشد و ہدایت کے روحانیت کے فروغ کی سعیٔ پیہم

(۳) دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ان گنت مریدوں سے تصرفات روحانی کے ذریعے رابطہ۔

(۴) شریعت و طریقت کے مابین ہر فرق کا خاتمہ

حضور مفتی اعظم نے جہاں اپنی زندگی کا ہر لمحہ رضائے الٰہی و رسالت پناہی اور خدمتِ دین و خلق میں صرف کر دیا۔ حضور مفتی اعظم ہند جہاں ایک عظیم تر عالِم دین اور مفتی شرع متین تھے وہاں ولی کامل، صوفی باصفا اور عارف باللہ بھی تھے۔

وہ نقلی و عقلی علوم و فنون کے زبردست ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ روحانیت کے بھی تاجدار تھے۔ جہاں ایک طرف ان کے فتاویٰ کو دیکھتے ہوئے ان کے ہمعصر علماء، بڑے بڑے ماہرین فن نے ان کے قلم سے نکلے ہوئے ہر ہر لفظ کو۔ قانون کہا ہے۔ کچھوچھہ مقدسہ کے خانوادہ اشرفیہ کے عظیم و جلیل فرد، محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کے فتوے کی تصدیق ان لفظوں میں کی ہے :۔

"ھٰذا حکم العالم المطاع وما علینا الا الاتباع۔

وہاں ان کے تقویٰ اور روحانی آب و تاب دیکھنے والوں نے انھیں مظہر غوث اعظم بھی کہا ہے۔ مفتی اعظم کا یہ شعر ؎

یہ سر ہے یہ آنکھیں یہ دل یہ جگر ہے ☆ جہاں چاہو رکھو قدم غوثِ اعظم

اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ جب سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیوں قبل یہ اعلان فرمایا تھا :۔

"قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ"

اور دنیا کے تمام ظاہر و پوشیدہ اولیاء کرام نے اپنے سر جھکا دئے تھے تو مفتی اعظم نے بھی روحانی طور پر اپنے پورے وجود کو ختم کر دیا ہوگا اور پھر جب وہ جسمانی طور پر اس عالمِ رنگ و بو میں آئے تو اس صدائے غوثیت پر لبیک کہتے ہوئے پھر بارگاہِ غوثیت میں سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہو گئے اور ان کی عقیدت اور جذبۂ صادق نے پیکرِ شعری میں ڈھل کر نذرانۂ محبت پیش کر دیا اور پھر سننے والے کہہ اٹھے کہ عصر حاضر میں اگر کوئی غوث اعظم کا مظہر اتم ہے تو وہ ذاتِ مفتی اعظم ہے۔

اولیائے کرام کے اقسام پر شیخ الاولیاء، رہبر صوفیا حضور داتا گنج بخش ہجویری رضی المولیٰ

اپنی تصنیف لطیف کشف المحجوب میں یوں رقم طراز ہیں:۔

اولیاء اللہ میں سے چار ہزار تو وہ ہیں جو پوشیدہ رہتے ہیں وہ نہ تو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور نہ اپنے حال کی خوبی وجمال کو جانتے ہیں ان کی حالت خود اپنے سے اور تمام لوگوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔

اقسام اولیاء کرام

اسی سے آگے یوں مسطور ہے کہ اولیاء کرام حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لشکری اور مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند کرنے والے ہیں۔ ان کی تعداد تین سو ہے۔ ان کو اخیار کہا جاتا ہے اور چالیس وہ ہیں جنکو ابدال کہا جاتا ہے۔ اور سات وہ ہیں جن کو ابرار کہا جاتا ہے اور چار وہ ہیں جنکو اوتاد کہا جاتا ہے اور تین وہ ہیں جن کو نقباء کہا جاتا ہے اور ایک وہ ہے جس کو غوث اور قطب کہا جاتا ہے۔ یہ وہ اولیاء کرام ہیں جو ایک دوسرے کو پہچانتے اور امور ومعاملات میں ایک دوسرے کے حسب مراتب محتاج ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کے سب غوث کے تابع ہوتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند کی ذات ستودہ صفات کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے ہزاروں' لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمیوں نے دیکھا کہ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اپنے وقت کے مقتدر اولیاء کرام آتے اور قدمبوسی کرتے اور جمیع امور میں آپ سے مشورہ لیتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے غوث تھے۔

حالاتِ زندگی

مجدد مائۃ حاضرہ موید ملتِ طاہرہ حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہٗ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ ۷ جولائی ۱۸۹۳ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ النسب یوں ہے۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں ابن امام احمد رضا بن رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں ابن امام العلماء رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن وزیر مالیات حضرت سعادت یار خاں بن شجاعت جنگ بہادر حضرت سعید اللہ خاں رحمتہ اللہ علیہم

ولادت سے قبل امام احمد رضا بریلوی اپنے پیر و مرشد پیشوائے کامل زبدۃ العارفین حضرت سید آل رسول مارہروی قدس سرہٗ م ۱۲۹۷ھ ۱۸۷۹ء کے مزار شریف کی زیارت اور سید الکاملین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری سے ملاقات کے لیے مارہرہ مطہرہ تشریف لے گئے تھے۔ ولادت سے ایک روز قبل والد ماجد امام احمد رضا نے دیارِ مرشد میں خواب دیکھا کہ فرزند ارجمند کی ولادت ہوئی ہے۔ اور خواب ہی میں نام آل رحمٰن تجویز ہوا۔

احوال ولادت میں ایک روایت یوں بھی ہے۔ بعد نماز عصر نوری میاں حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ مسجد کے زینے سے اتر رہے ہیں اور حضور اعلیحضرت ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے کہ اچانک حضرت نوری میاں صاحب نے فرمایا "مولانا صاحب بریلی میں آپ کے گھر ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام آلِ رحمٰن رکھا جائے"۔

اور پھر فرمایا جب میں بریلی شریف آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا وہ بڑا ہی فیروز مبارک و مسعود بچہ ہے [۱]

تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند کا یہ اسم گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرّہٗ العزیز کو خواب میں دیکھنے کا اشارہ من جانب اللہ تھا نیز یہی نام پاک حضور مفتی اعظم ہند کے پیر و مرشد قطب وقت حضرت مولانا الشاہ سید ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت کو رکھنے کا حکم دیا۔ اس طرح حضور مفتی اعظم ہند کا پورا اسم گرامی ابو البرکات محی الدین جیلانی آلِ رحمٰن محمد مصطفےٰ رضا ہے۔

تحقیق آل الرحمٰن

آل دراصل اہل تھا خلاف قیاس ہمزہ ہوگئی اور پھر آمن کے قاعدے سے آل ہوگیا۔ لفظ آل میں کوفہ اور بصرہ کے علماء میں اختلاف ہے۔ کوفیوں کے نزدیک اَوَل تھا قَالَ کے قاعدے سے آل ہوگیا۔ اہلِ بصرہ کی دلیل ہے کہ آل کی تصغیر اہیل ہے اور کوفیوں کی دلیل یہ ہے کہ ان کی تصغیر اُوَیل ہے نہ کہ اُہیل ہے۔ چنانچہ امام کسائی سے مروی ہے کہ سمعت اعرابیا فصیحا یقول

[۱] کرامات مفتی اعظم ہند از: راز الہ آبادی

اھل واھیل و آل وا ویل ۔ اب کوئی دوسری دلیل لاتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ آل اور اہل میں دو باتوں کا فرق ہے ۔ (۱) ایک فرق یہ ہے کہ آل کا مضاف الیہ صرف مذکر ہی ہوگا ۔ اور اہل کا مضاف الیہ مذکر و مونث دونوں کو عام ہے ۔ لہذا آل فاطمہ صحیح نہیں بلکہ اہل فاطمہ صحیح ہے ۔ (۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ آل کا مضاف الیہ صرف صاحب شرافت ہی ہوگا خواہ دینی شرف والا ہو ۔ جیسے آل رسول یا دنیوی جیسے فرعون' لہذا آل حجام بولنا صحیح نہیں ہے جیساکہ مفردات راغب میں ہے : ولا یقال آل الخیاط بل یضاف الی الاشراف الا فضل یقال آل اللہ و ال السلطان ۔ اور الرحمٰن یہ اسم اسماء حسنیٰ میں سے جو مختص ہے ذات خداوندی کے لئے اور جب یہ مختص ہے تو غیر خدا کے لیے بولنا جائز نہیں ۔ لہٰذا کسی کا نام الرحمٰن میاں رکھنا ہرگز صحیح نہیں ۔

اور تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسم پاک جس کو سیدنا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھا وہ آل رحمٰن ہے نہ کہ رحمٰن ہے جو بالکل صحیح ہے جس کے معنی ولی الرحمٰن یا رحمٰن کا ولی ہے یا اللہ کا ولی اور مطیع الرحمٰن کے ہیں ۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے اور اس نام پاک کے مطابق تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم بامسمّٰی ہیں کہ اپنے وقت کے مفتی اعظم ہند' غوث زمانہ امام الاولیاء قطب الارشاد ہیں جس پر تمام علمائے ربانییّن اور اولیاء کاملین متفق ہیں ۔

بعض کوتاہ قد ایڑیاں اٹھا کر پنجوں کے بل کھڑے ہو کر خود کو دراز قد منوانا چاہتے ہیں اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور سیدنا حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان کے مناصب جلیلہ اور مدارج رفیعہ سے حسد و عداوت کرتے ہیں جبکہ حسد وہ بدترین گناہ و صفت خبیثہ ہے جو سب سے پہلے آسمان پر عزازیل اور زمین پر قابیل سے سرزد ہوا ۔ دراصل بات یہ ہے کہ ؎

شور بختاں بہ آرزو خواہند ⁂ مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

اس کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس بحث میں پڑ کر وقت ضائع کیا جائے مگر پھر بھی چند سطریں فقط عبارات کتب معتبرہ لاکر ان جاہلوں کے دل کو مطمئن کیا جاتا ہے جو بیچارے

اپنے نام کے آگے کئی کئی سطروں میں اپنے القاب لکھتے ہیں جس میں علامہ اور مناظر اعظم جیسے الفاظ بھی شامل ہیں۔ مگر بے چاروں کو آل الرحمٰن کے معنی معلوم نہیں۔ دیکھو! مفتاح التہذیب و نوادر الاصول شرح فارسی فصول اکبری والجواہر الصافیہ شرح کافیہ صہ ۵۹۶ میں قاموس سے ہے۔ نیز المختصر المعانی میں ہے کہ جب آل کی اضافت اللہ جل شانہٗ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے تو اس وقت اس کے معنی اولیاء اللہ کے ہوتے ہیں۔ اقول۔ جب مشترک کا معنی موضوع لہٗ متعین ہوگیا تو دوسرے معنی کی گنجائش نہ رہی اور نہ کوئی ابہام رہا جس کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جائے۔ قاموس میں ہے۔ آل اللہ ورسولہٖ اولیاءہٗ واتباعہٗ۔ پھر حدیث پاک میں ہے:۔ العلماء آل الرحمٰن دوسری حدیث میں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ال کل مومن تقی الی یوم القیٰمۃ۔

پھر بخاری شریف میں ہے: یقال آل یعقوب اھل یعقوب اذا صغروا آل ثم ردوہ الی الاھل قالوا اھیل۔ علاوہ ازیں خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: آل القرآن آل اللہ [۱]

اب صاف ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ آل الرحمٰن پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں۔ کیونکہ خود رسول پاک علیہ الصلوٰۃ و السلام نے آل کی اضافت اللہ کی طرف کی۔ اور جب اسم جلالت کی طرف اضافت ہے تو رحمٰن کی طرف جو اسم صفت ہے وہ بدرجۂ اولیٰ صحیح ہے۔ لہٰذا جو بھی اس پر اعتراض کریگا وہ اپنا ٹھکانہ خود سوچ لے کہ کہاں ہوگا نیز آل کے معنی قوم۔ متبع۔ فرماں بردار وغیرہ کے خود قرآن پاک میں آیا ہے وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعُوْنَ۔ یہ ظاہر سی بات ہے کہ فرعون کے اولاد نہیں۔ لہٰذا یہاں آل بمعنی اولاد کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ اسی بنا پر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں آل بمعنی متبع کے ہیں اور جب محاورۂ عرب اور اہل لغت

---

[۱] منتخب کنز الاعمال برحاشیہ مسند امام صہ ۳۵۶

اور قرآن عظیم و حدیث نبی کریم میں آل بمعنی متبع شائع و ذائع ہے تو آل الرحمٰن بالکل صحیح ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے "الاستمداد علی اجیال الارتداد" میں مندرجہ ذیل شعر میں مفتی اعظم ہند کے لئے آل الرحمٰن ہی لکھا ہے۔ شعر ملاحظہ کیجئے۔

آل الرحمٰن برہان الحق ٭ شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

الغرض ممکن ہے دونوں بزرگوں کو خواب میں ولادت کی نوید دی گئی ہو۔ یعنی حضور مفتی اعظم ہند دعائے رضا اور نوید نوری ہیں۔ اور دوسرے روز ولادت کی خبر مارہرہ مقدسہ پہنچی تو سید ابوالحسین احمد نوری نے نومولود کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی منتخب فرمایا۔

ساتویں روز محمد کے نام پر عقیقہ ہوا اور عرفی نام مصطفٰے رضا رکھا گیا۔ یہ عرفی نام اس قدر مشہور ہوا کہ ہر خاص و عام آپ کو اسی نام سے یاد کرنے لگا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریب بسم اللہ خوانی چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں ہوئی۔

مجدد مائتہ حاضرہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے جن اساتذہ سے اپنی تعلیم مکمل کی ان میں آپ کے والد ماجد حضور اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ عنہ۔ برادر اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا، حضرت علامہ شاہ رحم الٰہی مظفر نگری، اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی علیہم الرحمۃ والرضوان زیادہ مشہور ہیں۔ [۱]

مجدد مائتہ حاضرہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی عمر ابھی چھ ماہ کی تھی کہ مرشد کامل عارف باللہ حضرت سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی بریلی شریف آئے تو اپنی آغوشِ مبارک میں لے کر دعاؤں سے نوازا اور منہ میں انگشت مبارک ڈال کر حلقۂ ارادت میں داخل کیا اور جمیع سلاسل کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ [۲]

بیعت کرتے وقت مرشد کامل نے فرمایا تھا کہ یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کریگا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہ سے

[۱] کرامات مفتی اعظم ص ۳۶ [۲] ماہنامہ استقامت کانپور ص ۱۱

لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے اور فیض کا دریا بہائے گا۔

حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے رب العزت کے حضور ہاتھ پھیلا کر دعا کی تھی۔ اے مالک بے نیاز مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔ ؎۱

سراپا

مجدد مائتہ حاضرہ موید ملت طاہرہ، بدر الشریعۃ والطریقۃ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا حلیہ مبارک کچھ یوں ہے۔ صورت نورانی سیرت نورانی، لباس نورانی۔ بڑا اور گول سر اور اس پر عمامہ کی بہار، پتلے لب اور دانت موتیوں کی طرح، گردن معتدل، قد میانہ، نحیف بدن، چہرہ گول منور، بڑی بڑی کالی اور چمک دار آنکھیں، بھنویں گنجان، پلکیں گھنی سفید، سرخی مائل سفید رنگت، داڑھی گھنی ناک متوسط کچھ اٹھی ہوئی، رخسار بھرے بھرے گداز، سینہ کشادہ، بلند و کشادہ پیشانی، نورانی جسم پر کلی دار کرتا۔ علی گڑھی پاجامہ، رنگ عمامہ عموماً بادامی یا سفید۔ اہلِ نظر بیان کرتے ہیں کہ مجدد مائتہ حاضرہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی شکل و صورت حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شبیہ مبارک تھی۔ ؎۲

دیکھ کر شکل مفتی اعظم ٭ غوث اعظم کی یاد آتی ہے

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے جس کے زیر سایہ پرورش پائی وہ علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ عالم اسلام کی مایہ ناز عبقری شخصیت اعلیٰحضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تربیت فرمائی۔ یہ کوئی تھوڑا کمال نہیں ہے۔ تاہم حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے ضمیر و خمیر اور فطرت و سرشت میں تفقہ فی الدین کا ملکہ ودیعت کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارہ برس کی عمر میں ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اس کی تقریب یوں ہے کہ دارالافتا بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی زیر نگرانی ملک العلما حضرت مولٰنا ظفر الدین صاحب بہاری اور مولانا سید

؎۱ اخبار دبدبۂ سکندری رام پور، مفتی اعظم ہند نمبر مئی ۱۹۸۳ء = ۲۷ - ۵ - ۱۹۴۶ء

؎۲ مفتی اعظم ہند مطبوعہ بریلی دسمبر ۱۹۸۱ء (از مولانا عبد النعیم عزیزی)

عبدالرشید صاحب کام کرتے تھے۔ ایک روز اتفاقاً حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ تشریف لائے۔ دیکھا کہ مولانا بہاری کسی مسئلے کی وضاحت کے لیے فتاوی رضویہ الماری سے نکال رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مولانا کیا آپ فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں۔ تو اس پر ملک العلماء حضرت مولانا ظفرالدین صاحب نے فرمایا۔ اچھا آپ بغیر دیکھے جواب لکھ دیں تو جانیں۔ تو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے قلم برداشتہ استفتاء کا جواب تحریر فرمایا۔ یہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ ؎۱

فتویٰ اصلاح کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے صحتِ جواب پر مسرت و اطمینان کا اظہار فرمایا اور صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب لکھ کر دستخط ثبت فرمادی۔ یہی نہیں بلکہ بطور انعام ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا خاں کی مہر بنوا کر دی۔

حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بھی جو پہلا فتویٰ لکھا تھا اس پر ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں نے دارالافتاء کا کام انھیں تفویض فرمایا تھا وہ بھی مسئلہ رضاعت کا تھا۔

مجدد مائۃ حاضرہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حیات ظاہری میں ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۴۰ھ تک تیرہ برس تک فتاویٰ لکھے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد ۱۳۹۵ھ تک مسلسل فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بعدازاں بوجہ ضعف و علالت فتویٰ کا کام نہ ہوسکا۔ تاہم آخری لمحات تک مفتیان دین کی علمی مشکلات کو زبانی حل فرماتے رہے۔ اسی طرح ستر برس کے طویل عرصے تک بلا معاوضہ فتویٰ نویسی فرمائی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو اپنے خلف اصغر حضور مفتی اعظم ہند کی فقاہت وثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد تھا کہ اپنے بعض فتاویٰ پر ان کے تائیدی دستخط کروائے۔ ؎۳

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے بعد حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وہ ذات تھی کہ جس

؎۱ الملفوظ حصہ اول ص۱۴۰ ؎۲ روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ۳-۱۰-۱۹۲۰ء ص۴

؎۳ اخبار دبدبۂ سکندری رام پور ۲۷/۵/۱۹۴۶ء، ماہنامہ استقامت کانپور مئی ۱۹۸۳ء

کی طرف پاک ہند اور بنگلہ دیش کے علاوہ ممالک افریقہ، امریکہ، سری لنکا، ملائیشیا، مشرق وسطی اور یورپ تک کے علماء فتویٰ کے لیے رجوع فرماتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں برصغیر کے ہزاروں علماء و مشائخ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس کے موقع پر برصغیر کے لئے جس دار القضاء کے چند مفتیانِ کرام کے اسماء پر اتفاق کیا ان میں حضور مفتی اعظم ہند کا اسم گرامی سرِ فہرست ہے۔ اس سے بہت پہلے مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے متحدہ ہندوستان کے لیے دار القضاء شرعی قائم فرمایا۔ حضرت صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی کو قاضی شرع اور مولانا عبد الباقی برہان الحق جبلپوری اور مفتی اعظم ہند کو مفتی شرع مقرر فرمایا اور اپنے زیرِ نگرانی مقدمات کے فیصلے کروائے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ ابتداءً منظر اسلام میں مسند درس و تدریس پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ تدریس کا سلسلہ جاری رکھا مگر کثرت فتویٰ نویسی اور تبلیغی خدمات کے باعث یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ یوں تو آپ کو تمام علوم اسلامیہ معقول و منقول وغیرہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ تاہم درج ذیل علوم میں آپ کو درجۂ اختصاص حاصل تھا۔

۱۔ تفسیر ۲۔ حدیث ۳۔ اصول حدیث ۴۔ فقہ ۵۔ اصول فقہ ۶۔ عقائد ۷۔ نحو ۸۔ صرف ۹۔ لغت ۱۰۔ ادب ۱۱۔ بیان ۱۲۔ معانی ۱۳۔ بدیع ۱۴۔ منطق ۱۵۔ فلسفہ ۱۶۔ تجوید و قرأت ۱۷۔ تصوف ۱۸۔ سلوک ۱۹۔ اخلاق ۲۰۔ تاریخ ۲۱۔ سیر ۲۲۔ ریاضی ۲۳۔ جفر، ۲۴۔ تکسیر ۲۵۔ توقیت ۲۶۔ فرائض ۲۷۔ عروض و قوافی ۲۸۔ تاریخ گوئی ۲۹۔ تنقیدات ۳۰۔ ہیئت ۱ؔ

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا اخلاق سنتِ نبوی کا عکس جمیل تھا۔ آپ اخلاق و وفا کی ایک شمع فروزاں، عزیمت و استقلال کے کوہ بلند، زہد و تقویٰ، ایمان و ایقان اور صداقت و دیانت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اور حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حُبِّ اولیاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ سنّت کی نصرت، بدعت کی مخالفت اور اس کے استیصال میں ہمہ وقت سرگرداں رہتے تھے۔ احقاق حق و ابطال باطل ورثے میں پایا۔

۱ؔ پندرہ روزہ رفاقت کانپور ۱۵/۱۲ ۱۹۸۱ء ص ۱۵

ذہانت و بصیرت ایسی کہ ارباب علم و دانش اور اصحاب فکر و نظر کی محفلوں میں اس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے اور یہ حضرات اپنے مستقبل کی راہیں اس کی روشنی میں متعین کرتے ہیں۔ بے کسوں اور بے نواؤں کے حامی اور دنیاداروں سے بے غرض تھے بارہا اربابِ اقتدار نے ملاقات کی کوشش کی مگر آپ نے باریابی سے مشرف نہ فرمایا۔ لیکن غریبوں کے لیے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ ان کی ہر جائز مراد کے حصول کیلئے امکانی کوشش فرماتے۔ غرضکہ اخلاقی و روحانی اقدار کے محافظ اور امین تھے اور اپنے دور میں بھولے ہوؤں کے لیے مینارۂ نور تھے۔ آپ کا ایک ایک قدم سنّت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر تھا جس چیز کو اسلام نے ناجائز بتایا اس سے زندگی بھر اجتناب فرمایا۔

فوٹو اسلام میں حرام ہے تو ساری عمر فوٹو نہ کھنچوایا۔ باوجود بڑی خواہش کے بغداد شریف اور دیگر مقامات پر نہ جاسکے۔ کہ اس کیلیے پاسپورٹ اور ویزا حاصل کرنا پڑتا۔ اور بغیر فوٹو کے یہ امر مشکل تھا۔ آپ نے تین حج کئے۔ پہلا حج ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں ادا کیا، دوسرا حج ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں کیا۔ اس وقت تک فوٹو کی پابندی نہیں تھی۔ اور تیسرا حج جو آپ نے ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں مع اہلیہ محترمہ علیہا الرحمۃ ادا فرمایا اس وقت حکومت ہند کی طرف سے فوٹو لازمی تھا مگر پھر بھی آپ نے فوٹو نہ کھنچوایا اور حکومت نے پاسپورٹ بغیر فوٹو کے جاری کر دئے۔

آپ کی غیرت دینی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی بھی کچہریوں کو عدالت نہ کہا اور جو لوگ وہاں بیٹھتے ہیں انھیں حاکم نہ کہا کیونکہ آپ کا عقیدہ تھا کہ عدالت کا لفظ اس ایوان پر بولا جائے گا۔ جہاں اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ ہو اور جسے خدا اور رسول کی نیابت میں حکومت کا اختیار دیا گیا ہو وہی حاکم کہے جانے کا مستحق ہے [۲]

غیرت دینی کی یہ ایک مثال ہے کہ بانوے برس کی طویل عمر میں کبھی کسی سربراہ مملکت کے دہاں نہیں گئے اور نہ بڑے بڑے فرماں رواؤں کے بنگلے میں نظر آئے۔ بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ کتنے ہی سربراہوں اور فرماں رواؤں نے خود ان کی مجلس میں حاضری کی اجازت

---

[۱] ماہنامہ استقامت کانپور مئی ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۵ [۲] پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ ۱۵/۱۲ ۱۹۸۱ء ص ۵

چاہی مگر اس درویشِ کامل نے انھیں باریابی کی اجازت نہ دی۔ اس سلسلے میں کانگریسی لیڈر اور بھارت کے سابق صدر ڈاکٹر فخر الدین علی احمد بحیثیت وزیر رسد اور اتر پردیش کے حافظ محمد ابراہیم اور وزیر اعظم ہند اندرا گاندھی کے نام بطور مثال پیش کئے جا سکتے ہیں۔[۱]

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی زندگی سراپا تحریک تھی۔ وہ ہر جگہ متحرک نظر آتے تھے۔ جب کبھی اور جہاں کہیں باطل نے سر اٹھایا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے بنیاباں اس کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ اس کا قلع قمع کر دیا۔ ملت اسلامیہ کو جب بھی اپنی بقا اور تحفظ کے لیے ضرورت درپیش ہوئی تو حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے دامے درمے قدمے سخنے اس کی اعانت فرمائی۔ ان کی تو پوری زندگی اس کام کے لیے وقف تھی۔ اس سلسلے کی چند تحریکات کا تذکرہ ضروری ہے۔ ان تحریکات میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت روز روشن کی طرح عیاں ہے

تقریباً ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے جماعت انصار الاسلام قائم کی تھی۔ جس کی غرض و غایت حمایت خلافت و حفاظت سلطنت اسلامی تھی۔ مظلومین ترک کی اعانت کے لئے عملاً اقدام کرنا اس کے مقاصد میں شامل تھا۔

جماعت انصار الاسلام کے ناظم اعلیٰ مولینا حسنین رضا خاں صاحب جو امام احمد رضا کے برادر زادہ اور حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے عم زاد تھے۔ جوانی کے عالم میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اس کے رکن رکین تھے۔ جماعت انصار الاسلام کے ایک جلسے کی قرارداد کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ عنفوان شباب ہی سے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کس نوعیت کی سیاست کے قائل اور عامل تھے اور مسلمانوں کی فلاح کے لیے ان کے سینے میں کیسا نور مچلتا تھا۔

(۱) حفاظت مقامات مقدسہ اور مظلومین ترک کی امداد و اعانت۔

(۲) اندرونی و بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت۔

---

[۱] برکات مارہرہ مہمانانِ بدایوں مطبوعہ بریلی ص ۱۲، ۱۳

(۳) معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی۔
(۴) ترک وعرب اتحاد کے لیے کوشش اور سعی۔
(۵) خلافِ شرع برطانوی قوانین میں ترمیم کا مطالبہ۔
(۶) مسلمانوں کو اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب دینا۔
(۷) تجارت بڑھانے کا مسلمانوں کو شوق دلانا۔
(۸) مسلمانوں کے لیے اسلامی خزانہ کے قیام اور بیت المال کے لیے کوشش کرنا۔[۱]

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف، ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۷/۱۲ ۱۹۲۰ء کو قائم ہوئی اس کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(ا) پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کا تحفظ
(ب) متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے فرقہ گاندھویہ کا تحریری وتقریری ردّ
(ج) بدمذہبوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔
(د) آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات کے تحریری وتقریری جواب دینا۔
(ہ) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا اور دیگر علماءِ کرام اہلسنت کی تصانیف کی اشاعت۔[۲]

غیر اسلامی نظریہ، متحدہ قومیت کے ہیجانی دور میں اسلامی تشخص کے امتیاز اور تحفظ فتنۂ ارتداد کے انسداد اور عوام میں راسخ الاعتقادی پیدا کرنے میں جماعت رضائے مصطفےٰ نے مثالی اور موثر کام کیا۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اس کے رکن رکین تھے جماعت رضائے مصطفےٰ کے پلیٹ فارم سے آپ نے متعدد اسلامی تحاریک میں حصّہ لیا۔ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں متعصب ہندوؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کو نعوذ باللہ مرتد بنانے کی مہم شروع کی۔ جسے یہ لوگ شدھی تحریک کہتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے اس تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فتنۂ ارتداد کا انسداد کرنے والے علماء

---

[۱] روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ۱۳/۵ ۱۹۲۱ء صـ ۱۵۴ بحوالہ استقامت کانپور مئی ۱۹۸۳ء
[۲] ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست لاہور صـ ۵۶

میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا ۔[1]

ہند میں فتنۂ ارتداد کے زمانے میں حرمین طیبین پر جب نجدی تسلط ہوا تو نجدیوں نے حرمین طیبین پر جو مظالم ڈھائے وہ تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ ہندوستان میں ایک وفد اس غرض سے ترتیب دیا گیا کہ وہ نجدیوں کو مظالم سے باز رکھے۔ اس وفد کی تیاری میں مجدد مائۃ حاضرہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے نمایاں حصّہ لیا۔ اس سلسلے کی ایک خبر ملاحظہ ہو:۔

فتنۂ نجد اور جماعت رضائے مصطفٰے بریلی عین اس وقت جبکہ ہندوستان خود میدان جنگ بنا ہوا تھا اور آریہ و وہابیہ ہند کی سورشوں نے مجاہدین اسلام کو عدیم الفرصت کر رکھا ہے۔ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ اور خالص مذہبی جماعت یعنی جماعت رضائے مصطفٰے بریلی شریف نے ترتیب وفد کی تیاری ظاہر کی اور بطلِ سنیّت و شیر اسلام حضرت مولانا مصطفٰے رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ نے اس کام (ابن سعود کے پاس وفد بھیجنے) کیلئے جیب خاص سے پانچ سو روپیہ کی گراں قدر رقم جماعت کو عطا فرمائی ہے ۔[2]

خلافت ترکیہ کے زوال کے ساتھ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء تحریک خلافت شروع ہوئی۔ ابوالکلام آزاد اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور گاندھی کے ہمنوا علماء نے مسلمانوں کے اجماعی عقیدے کے خلاف اس بات پر زور دیا کہ خلیفہ کے لیے قریشی ہونا ضروری نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس موضوع پر دوام العیش فی الائمۃ من القریش ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء تصنیف فرمایا۔ یہ رسالہ ۱۹۲۲ء میں بریلی شریف سے پہلی بار شائع ہوا۔ اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرّہ اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے جو کچھ فرمایا۔ بعد کے حالات نے ان کی تصدیق کر دی ۔[3]

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور ۱۳۴۱ھ   [2] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ جمادی الآخر ۱۳۴۳ھ

[3] دوام العیش فی الائمۃ من القریش

تحریکِ ترکِ موالات ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء کے دَور میں گاندھی گردی نے وہ طوفان برپا کر دیا جس سے بڑے بڑے مسلمان لیڈر بھی بلامتاثر ہوئے نہ رہ سکے۔ استرضاءِ ہنود کی خاطر اسلامی تشخص کو ختم کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔ ظلم تو یہ تھا کہ اس میں مسلمان لیڈر پیش پیش تھے۔ ترکِ موالات کے دَور میں انگریزوں سے ہر قسم کا مقاطعہ روا رکھا گیا۔ جبکہ ہندؤں سے اتحاد و وداد کی باتیں ہونے لگیں۔ حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے دونوں غیر مسلم ایک جیسے سلوک کے مستحق تھے مگر جذباتِ سیاست نے معاملہ الٹ دیا۔ اسی دَور میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اور ان کے ہمنوا علماء و اکابر نے اس حقیقت کو واضح اور مبرھن کیا کہ مسلمان بحیثیت مسلمان قوم کے ہر دوسری قوم سے ممتاز ہے۔ کسی دوسری قوم سے اس کا اتحاد و وداد ممکن نہیں اور نہ شرعی طور پر جائز ہے۔ اسلامی تشخص کے تحفظ اور اس کو نکھارنے میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مثالی کردار ادا کیا الطاری الداری لھفوات عبد الباری نامی کتاب تین ضخیم جلدوں میں مرتب فرما کر قوم کے سامنے پیش کیا۔ حق کا پرچم لہرایا اور باطل کا سر نگوں کیا۔ اور مولانا عبد الباری اور ان کے ہمنواؤں نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمتہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے۔ اور توبہ واستغفار بھی کئے۔ اس کتاب میں مجدد مائۃ حاضرہ نے یہ ثابت کیا کہ اہل ہنود سے اشتراک و اختلاط ہرگز جائز نہیں۔ اس طرح دو قومی نظریہ کے اولین داعین میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی نمایاں طور پر شامل ہے۔

۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریز حکام کی پشت پناہی میں لاہور کی مسجد شہید گنج مسمار کر دیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ جگہ اور عمارت گوردوارہ کی ہے۔ مسلمانوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ مسجد کے انہدام پر اسلامیان برصغیر تڑپ اٹھے۔ مسجد کی واگزاری کے لئے جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ بدقسمتی سے مجلس احرار ہند نے مسلمانوں کی اجتماعی مساعی میں نہ صرف عدم شرکت کی بلکہ اس خالص اسلامی تحریک کی مخالفت کی اور پروپیگنڈہ شروع کیا کہ اس تحریک میں حصہ لینا جائز نہیں جو مسلمان اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں ان کی موت حرام موت ہے وہ شہید نہیں ۲۷/۴ ۱۳۵۴ھ مطابق

۲۹/۷ ۱۹۳۵ء کو مسجد شہید گنج کی بازیابی کے ضمن میں ہلاک ہونے اور تحریک میں حصہ لینے والوں کی شرعی حیثیت سے ایک استفتاء حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے نہایت تفصیل کے ساتھ دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد کو سکھوں سے آزاد کرائیں اور جو لوگ اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں وہ شہید ہیں [۱] فتوی کا اقتباس ملاحظہ ہو:۔

——— لاہور کی مسجد شہید گنج ہو یا کہیں کی کوئی مسجد جو مسجد ہے وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہے اس کی مسجدیت کبھی کسی وقت نہیں جا سکتی۔ مسجد کے شہید کر دینے سے اس کی مسجدیت باطل نہیں ہو سکتی ہے۔ سکھوں نے شہید کی ہو یا کسی اور نے وہ مسجد جیسے شہید ہونے سے پہلے تھی یوں ہی اب بھی مسجد ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی [۲]

پھر فرماتے ہیں:۔

ان دشمنانِ عقل و خرد کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان کوئی عمارت مسجد نما نہیں بناتے ہیں کیا کوئی اور عمارت ایسی دکھائی جا سکتی ہے جو مسجد نما ہو اور مسجد نہ ہو۔ قاضی کی کچہری کی ایک ہی ہوئی ان جہلاء کو کیا معلوم کہ پہلے مقدمات و مجالس نکاح وغیرہ امور مساجد ہی میں طے کرتے۔ خود زمان برکت نشان حضور سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی یہی تھا تو کیا اس سے وہ مسجدیں مسجد نہ رہیں۔ قاضیوں کی کچہریاں ہو گئیں۔

فتاویٰ مصطفویہ ج ۲ ص ۹۷

پھر فرماتے ہیں:۔

کہ مسجد کی حفاظت و صیانت چاہتے ہوئے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر دیں شعائرِ دین پر اپنی قربانیاں چڑھا دیں۔ اللہ کے راستے میں اپنی جانیں نثار کیں انھیں حرام موت مرنے والا کہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے "من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد

---

[۱] حیات مفتی اعظم۔ ص ۳۸۵ [۲] فتاوی مصطفویہ ج ۲ ص ۹۶

ومن قتل دون اهلہ فہو شہید، اور یہ (احرار پارٹی) برخلاف حکم حدیث کہتے ہیں جو مسجد کی حفاظت وصیانت میں مارے گئے وہ شہید نہ ہوئے۔

فتاوی مصطفویہ ج ۲ ص ۹۸

پھر فرماتے ہیں :۔

کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اگر کوئی ضرر لاحق ہو تو ترک حلال ہے۔ لازم نہیں بلکہ کرنا افضل ہے جو مسلمان ایسے منکر کے ازالہ میں مارے گئے وہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔

فتاوی مصطفویہ ج ۲ ص ۹۸

اس طرح آپ کے شرعی فتوی نے مسلمانوں کے اضطراب کو ختم کر دیا۔ اور وہ جوش و جذبے سے سرشار مسجد شہید گنج کی بازیابی کے لیے سرگرم عمل رہے۔ آپ کے فتوی کا یہ اثر ہوا کہ مسجد مسلمانوں کو واپس مل گئی۔ اور بحمدہٖ تعالی مسجد میں باقاعدہ اذان و نماز ہونے لگی۔ ؎

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار ؛ اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

بیسویں صدی کے اوائل میں اشتراکیت کا فتنہ روس سے نمودار ہوا۔ ۱۹۳۵ء کے انتخاب میں کانگریسی لیڈروں نے اشتراکیت کی اشاعت کی اور اسے اہل ہند کی مشکلات کا حل بتایا۔ یو، پی وغیرہ صوبوں کی کانگریسی وزارتوں نے اشتراکیت کے بہروپ میں ناقابل برداشت مظالم ڈھائے۔ خاص طور سے مسلمان ان مظالم کا نشانہ تھے۔

۲ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۶۸ء کو ایک مبسوط و مدلل فتوی کی صورت میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اشتراکیت کے بے خدا نظام کے خلاف مؤثر آواز بلند فرمائی۔ دہریوں اور اباحیوں کو آپ نے ابلیس کے ایجنٹ، شیطان کے وکیل، شیطانیت کا پروپیگنڈہ کرنے والے اور خدا و رسول سے دور اور بے تعلق کہا۔ ان کی بے عقلی اور کور باطنی کو طشت از بام کر دیا۔"

دہریوں اور اباحیوں کا وجود آج نہیں عرصہ دراز سے ہے۔ یہ لوگ ابلیس کے، شیطان کے وکیل، شیطنت کے پروپیگنڈہ کرنے والے ہیں۔ انھیں اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ

علیہ وسلم سے کوئی علاقہ نہیں۔ جیسے ان کے پیر و مرشد استاد اور ان بدعقلوں نے خطواتِ شیاطین کا اتباع کیا۔ ابلیس کے نقش قدم پر چلے تو دین و دیانت ہی کو بیٹھ نہ دی بلکہ عقل کو بھی۔ حیا و شرم وغیرت کو بھی واقعات، محسوسات، مشاہدات جن سے روز روشن کی طرح روشن کہ دین و مذہب کے اتباع ہی سے دینی و دنیوی ہر قسم کی ترقیاں ہوتی ہیں اور جس قوم نے دین حق کی پیروی سے روگردانی کی ہے وہ ہی قعرِ مذلت میں گری اور حضیض تنزل میں پڑی ہے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

یہ نمائشی آنکھیں رکھنے والے حقیقتہً حقیقی بینائی سے محروم، دل کے اندھے، اس پاگل اندھے کی طرح ہیں جو خاص دوپہر کو جبکہ آفتاب بروجہ کمال روشن و آشکارہ ہو آفتاب کے وجود کا انکار کرے۔ یوں ان نابیناؤں کے احساسات باطل ہیں۔ ایسا بکتے ہیں۔ آج مسلمان کروڑوں ہیں۔ اور آج سے تیرہ سو برس پہلے کتنے تھے۔ ان نابیناؤں کو آنکھیں چیر کر، ان کے کان کھول کر تاریخ ہی کے اوراق دکھاؤ سناؤ۔ جب تک مسلمان دینِ حق کی بروجہ کمال پیروی تعمیل احکام کرتے رہے، روزافزوں دن دونی رات چوگنی ترقیاں کرتے رہے۔ دینِ حق کی پیروی سے اس معراج پر پہنچے جہاں تک کوئی قوم نہ پہنچی۔ مسلمانوں کے خون کے پیاسے، مسلمان کی جان و مال عزت و آبرو سب کے دشمن بھی اس کا اعتراف بھی کرتے آئے اور آج تک برابر مان رہے ہیں۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ جب سے مسلمانوں میں سستی آئی ہے۔ احکام دینِ حق پر عمل میں تکاسل پیدا ہوا جب ہی سے ان کی ترقیاں بند ہوئیں۔ نہ صرف یہ بلکہ روز بروز انحطاط و تنزل پذیر ہو رہا ہے۔ جتنی جتنی مذہب سے دوری ہوتی جارہی ہے۔ خدا مسلمانوں کی آنکھیں کھولے۔ وہ قوم جو جاہلیت میں جہالت کا پیکر تھی، وحشت کا مجسمہ آن کی آن میں ایسی مہذب ہوئی کہ ہادی و مہذب بن گئی۔ ساری دنیا میں جس کی تہذیب کا ڈنکا بج گیا۔ بحر و بر میں جس کی اعلمیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ وہ قوم جو کنگال تھی، لوٹ مار اور طرح طرح کے ظلم و جفا کی خوگر جو ڈاکو تھے اور سلطنت کے دشمن انھیں دہریوں اور اباحیوں کی طرح سلطنت سے دیکھتے

دیکھتے دنیا اور بادشاہت ان کے قدموں پر نثار ہوئی اور اس کے پاؤں چومنے لگی اس قوم کی سلطنت بہت اعلیٰ چیز ٹھہری جس سے وہ قوم نہ صرف بادشاہ بلکہ شہنشاہ تاج بخش بادشاہوں کی ہوئی۔ اس موضوع پر کچھ زیادہ لکھنے کی حاجت بھی نہیں اور فقیر کو فرصت بھی نہیں۔ جو لوگ مسلمان نام رکھ کر اس دہریت اور اباحیت کے حامی ہیں وہ محض نام کے مسلمان ہیں۔ درحقیقت دہریہ اباحیہ ایسے ہیں اگر وہ لوگ شرعی توبہ نہ کریں۔ مسلمان محض ان کے اسلامی ناموں کی بنا پر مسلمان نہ سمجھیں۔ محض نام یا گائے کا گوشت کھانا مسلمان نہیں بناتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس ملعون تحریک سے مذہب کا کچھ نقصان نہیں وہ اس پاگل کی طرح ہیں جو قلعہ کی درو دیوار ڈھاتا جاتا ہے اور بکتا جاتا ہے کہ اس سے قلعے کو کوئی نقصان نہیں۔ حدودِ الٰہیہ کو توڑو۔ دائرۂ دین کو مٹاؤ اور بکے جاؤ کہ اس سے دین و مذہب کو خطرہ نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ط ان ہی دہریوں اباحیوں کی جماعت کا نام آج کل بولشویک تحریک کا حامی ہے۔ اس سے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ؎۱

اس طرح مسلمانوں نے آپ کی رہبری و رہنمائی میں اس خوفناک اژدہے سے جلد نجات حاصل کرلی۔ اور جلد ہی کانگریسی وزارتیں اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔

اشتراکیت کا اولین رد بلیغ کرنے والوں میں مجدد مائۃ حاضرہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ ایک ہیں۔ برصغیر میں بیسویں صدی کے ربع اول میں استخلاص وطن کی تحریکیں شروع ہوئیں۔ ربع ثانی میں یہ تحریکیں اپنے عروج پر تھیں۔ مگر ان تحریکوں میں بعض اس قسم کے طریقے وضع ہوئے اور ان پر عمل ہونے لگا جس کا نتیجہ مسلمانوں کی ہمیشہ ہندوؤں کی غلامی مقدر بن جاتی۔ علماء اہل سنت کا موقف یہ تھا کہ وطن کی آزادی کے بعد مسلمان بھی آزاد ہوں۔ انھیں ہندوؤں کی سرپرستی اور غلامی سے بھی نجات ملنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے کانگریس اور کانگریسی مسلمان لیڈر تیار نہ تھے۔ بلکہ ان کی مخالفت اپنے نقطۂ عروج پر تھی۔ ان حالات میں مسلمانوں کے معاشرتی، تجارتی، معاشی، تمدنی، تعلیمی اور سیاسی حقوق کو

؎۱ فتاوی مصطفویہ ج ۱۔ ص ۸۶

ہندؤں پر قربان کیا جانے لگا۔ اس کربناک صورتِ حال کے پیش نظر علمائے اہل سنت نے کل ہند سنّی کانفرنس کی داغ بیل ڈال دی۔

سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق سنہ ۱۹۲۵ء مرادآباد میں اس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مسلمانوں کو ایک نیا شعور بخشا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کانفرنس کی شاخیں کل ہند میں قائم ہوگئیں۔ مجدد مائۃ حاضرۃ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ اس کانفرنس کے مرکزی سرپرست تھے۔ آپ کی سربراہی اور راہ نمائی میں آل انڈیا سنی کانفرنس نے برصغیر کی سیاست میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔ ۱

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے شملہ میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت کرانے کے لئے ایک کانفرنس کی۔ مسلم لیگ کا موقف تھا کہ وہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ سیاسی تنظیم ہے۔ جبکہ کانفرنس متحدہ ہندوستان کے تمام باشندوں کی نمائندہ سیاسی تنظیم ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے قائداعظم کے نام ایک تار میں مسلم لیگ کے نقطۂ نظر کی حمایت کی۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا یہ تار روزنامہ انجام دہلی ۱۵ر جولائی سنہ ۱۹۴۵ء میں بھی شائع ہوا۔ ۲

سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق سنہ ۱۹۲۵ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس کا انتظام و انصرام جمعیت اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی قائم کردہ انجمن اظہار الاسلام اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے رضا کاروں نے نہایت سلیقے سے کیا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کا خیمہ عجیب شان و شوکت رکھتا تھا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے اس ملکوتی نظام کی ہر ایک نے تعریف کی۔ ۳

سنہ ۱۳۶۴ھ مطابق سنہ ۴۶، ۱۹۴۵ء کے برصغیر کے مرکزی اور صوبائی انتخابات تاریخ میں معرکۃ الآرا نوعیت کے حامل تھے۔ انھیں انتخابات کے نتیجے میں مسلمانان برصغیر کی

۱۔ خطباب آل انڈیا حسینی کانفرنس، مطبوعہ گجرات ۱۹۷۸ء

۲۔ ہفت روزہ الفقیہہ امرتسر ۱۴ر نومبر سنہ ۱۹۴۵ء ص ۷

۳۔ خطبات آل انڈیا کانفرنس۔ مرتبہ مولانا جلال الدین

قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔ اس استخلاص وطن کے ساتھ اسلامی ریاست کا قیام انھیں انتخابات کا مرہونِ منّت تھا۔ اس صورت حال میں علماء ومشائخ اہلسنت نے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم مسلم لیگ کا بھرپور تعاون کیا۔ اس کے لیے علماء نے باقاعدہ فتاوے جاری کیے کہ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصے میں آئینِ شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنّی کانفرنس کے نزدیک محمود ومستحسن ہے۔ ان فتاویٰ پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ اور ان کے تلمیذ رشید حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہٗ کے دستخط سرفہرست ہوئے ۱؎

آل انڈیا سنّی کانفرنس، بنارس کا ایک تاریخ ساز اجلاس ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں پانچ سو مشائخ عظام سات ہزار علماء کرام اور ڈھائی لاکھ سے زائد عوام اہلسنت شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں مجدد مائۃ حاضرۃ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے مرکزی کردار ادا کیا اور کانفرنس کی طرف سے مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے جو مختلف کمیٹیاں مقرر ہوئیں۔ ان کی سربراہی **حضور مفتی اعظم ہند** نے قبول فرمائی۔ جن مجالس میں آپ کا انتخاب ہوا وہ یہ ہیں۔ تعلیم پاکستان دارالقضاء۔ عائلی قوانین۔ جمعیت آئین ساز ۲؎

اسلامی ریاست یعنی پاکستان کے قیام سے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر دلچسپی تھی، اس کا اندازہ اس کے پس منظر میں لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں آپ نے بریلی شریف کے حلقے میں مسلم لیگ کے نمائندہ اور امیدوار جناب عزیز احمد ایڈوکیٹ کو پہلا ووٹ دیا۔ گویا اس حلقے میں پاکستان کا سب سے پہلا ووٹ تھا۔ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے کسی انتخاب میں ووٹ ڈالا اور نہ ہی اس کے بعد اور انتخاب میں۔ گویا زندگی میں ایک ہی بار ووٹ کا استعمال کیا اور وہ بھی قیام پاکستان کے حق میں تھا ووٹ کے استعمال کے بعد لوگوں نے آپ کو مفتی اعظم ہند کے بجائے مفتی اعظم پاکستان کہنا شروع کیا۔

۱؎ ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ مئی ۱۹۴۵ء ص ۱۵ تا ۱۶ ۲؎ اخبار دبدبۂ سکندری مجریہ ۲۶، ۲۷ مئی

کانگریسی حکومت نے جانبداری سے کام لیتے ہوئے غیر منصفانہ طور پر اہل سنت کے اداروں اور اوقاف پر غیر سنیوں کو بالادستی کا حق دے دیا۔ ۱۹۶۰ء میں حکومت ہند نے ایک وقف ایکٹ کے ذریعے اہلسنت کے حقوق پائمال کرنے کی کوشش کی۔ نیز مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کا اسلامی تشخص اور امتیاز ختم کرنے کی سازش کی۔ اور مختلف صوبوں میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات مساجد و مزارات کو ظلماً چھیننے کی کوشش کی۔ اس صورت حال کے پیش نظر شہزادۂ اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے تمام علماء و مشائخ کو جمع کیا۔ اور دسمبر ۱۹۶۱ء میں آل انڈیا سنی اوقاف کانفرنس دہلی میں منعقد کی گئی۔ ڈیڑھ لاکھ افراد نے والہانہ انداز میں شرکت کی۔ یہ کانفرنس ایسی مؤثر اور کامیاب ثابت ہوئی کہ ایوانِ حکومت میں زلزلہ آگیا۔ وزیر اعظم ہند اور دیگر صاحبان اقتدار نے از خود ملاقات کی خواہش کی اور مسلمانوں کے مطالبات کو بغور سنا۔ اور اس پر عمل کیا۔ اس طرح اہلسنت کے مذہبی ادارے اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکے۔ اور مسلمانوں کی قدیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دست برد غیر مسلم حکومت سے محفوظ رہے۔

اس کانفرنس کی عظیم الشان کامیابی کے بعد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف نے کل ہند تعلیمی تنظیمی کانفرنس دہلی کے ذریعے ہندوستان کے تمام سنی اداروں اور مدارس کو مربوط کرنے کی کوشش شروع کی۔ ملک کے گوشے گوشے کا دورہ کرنے اور ان اداروں کے تفصیلی کوائف مرتب کرنے کے لئے ایک وفد ترتیب دیا گیا۔

۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں مسجد بی بی جی مرحومہ بریلی شریف میں مرکزی ادارہ دارالعلوم مظہر اسلام حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں قائم ہوا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہ اس دارالعلوم کے منتظم اور شیخ الحدیث تھے۔ تقسیم ہند کے بعد حضرت محدث اعظم پاکستان چلے گئے۔ اس وقت دارالعلوم کی کوئی مستقل عمارت نہ تھی۔ صحن مسجد اور حجروں میں طلباء اور اساتذہ کی رہائش تھی۔ اور مسجد کا صحن درس گاہ تھا۔ اس عظیم ادارے نے بے سروسامانی کے عالم میں جو تعلیمی اور روحانی

خدمات سرانجام دیں وہ برصغیر کی تاریخ میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مرکز علم وعرفان بریلی شریف میں اہل سنت کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی ہو۔ عالم اسلام بے مثل عالم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی یاد میں ایک مثالی رضا لائبریری ہو اور آستانۂ عالیہ رضویہ پر حاضر ہونے والوں تشنگان علم وعرفان کے لئے ضروریات سے آراستہ ایک رضا گیسٹ ہاؤس ہو۔ اس عظیم منصوبے کے لیے حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے تحریک شروع کی۔ جگہ کا حصول اولین مرحلہ تھا۔ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء سے اس کے لیے کوشش شروع کردی گئی۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کی ریلیف کمیٹی کو اس عظیم منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہدایت کردی گئی

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی مساعی اور دعاؤں سے اس عظیم منصوبے کی داغ بیل پڑچکی تھی۔ مگر افسوس کہ آج تک سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خواب پورا نہ ہوا۔ اور جس جگہ کو سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے اپنے جیب خاص سے خریدی تھی وہ آج دوسروں کے قبضے میں ہے۔

جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں قائم ہوئی۔ اس وقت اس کی حیثیت ایک مقامی جمعیت کی تھی اس جمعیت کے دو بڑے شعبے تھے۔ ۱۔ عملی، ۲۔ علمی۔ اس جمعیت نے دونوں پہلوؤں پر تاریخ ساز کردار انجام دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حیثیت مرکزی بن گئی۔ پورے برصغیر میں اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ اب اس کے اغراض ومقاصد اور قواعد وضوابط میں بھی توسیع کرنی پڑی۔ اس غرض کے لیے ۱۲؍جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۳؍اکتوبر ۱۹۶۳ء کو حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری اعلیحضرت امام احمد رضا کی زیر نگرانی آستانۂ عالیہ پر کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا گیا

دفعات

کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی دائمی سرپرستی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ فرمائیں گے

(۲) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ سارے ہندوستان کی کل مقامی، ضلعی، صوبائی اور کل ہند جملہ سنّی تنظیموں کی نگرانی جماعت ہوگی۔ ہندوستان کی ساری سنی تنظیمیں اور اور جماعتیں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے تحت رہیں گی۔

(۳) مختلف سنّی تنظیموں کے باہمی اختلاف کی شکل میں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی حیثیت ثالث اور حَکم کی ہوگی۔

(۴) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی جماعت کی تنظیم حسب ذیل ہوگی۔

(ا) ہر شہر میں دارالافتاء قائم کرنا (ب) ہر شہر میں دارالقضاء قائم کرنا۔

(ج) ہر جگہ مکاتب اور مدارس اسلامیہ قائم کرنا۔

(د) ہندوستان کے ہر شہر کے مفتی اور قاضی کا براہ راست تعلق کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ سے ہوگا۔

(۵) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا انتخاب ہر پانچ سال بعد ہوا کرے گا۔

(۶) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا مرکزی دفتر بریلی شریف ہی میں زیر نگرانی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ رہے گا۔

(۷) ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف کی زیر نگرانی ترمیمی اور تبدیلی کے کل اختیارات سرپرست وصدر کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کو حاصل رہیں گے۔[۱]

(ا) ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف کے علاوہ اور کوئی ریلیف کمیٹی قائم نہ ہوگی۔

(اا) ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ کا کوئی انتخاب نہ ہوا کرے گا بلکہ سرپرست اور صدر کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ اپنے اختیارات خصوصی سے نامزد فرمایا کریں گے۔ جبل پور کے اس کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے خصوصی اجلاس سے قبل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے عرس پاک کے موقع پر ۲۶ صفر ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا انتخاب عمل میں لایا گیا

۱۔ ماہنامہ نوری کرن بریلی نومبر ۱۹۶۳ء

جس میں برہان الملّت حضرت علامہ مولانا برہان الحق صاحب قبلہ جبل پوری کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا صدر اور حضرت مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا جا چکا تھا۔ اب اس جبل پور کے اجلاس میں بقیہ عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

نائب صدر اوّل :۔ حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ خلف الرشید محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ

نائب صدر دوم :۔ حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ بانی احسن المدارس کانپور

ناظم :۔ حضرت مولانا علی محمد صاحب دھوراجی راج پیپلا بھڑوچ گجرات

نائب ناظم :۔ جناب عبدالصمد صاحب مجنون جبل پوری

نائب ناظم وخازن :۔ سید حمایت رسول صاحب نزد جامع مسجد بریلی شریف۔

علاوہ ازیں متعدد جلیل القدر علماء کرام کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا۔ اسی اجلاس میں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے سرپرست حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ اور صدر مولانا برہان الحق جبل پوری نے اپنے اختیارات سے سید حمایت رسول، ریٹائرڈ گارڈ کو صدر ریلیف کمیٹی کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ نامزد فرمایا، اور انھیں اختیار دیا وہ ایک ماہ کے اندر اپنی کابینہ کی تشکیل دے کر منظوری حاصل کریں۔[۱]

اس طرح حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی نشاۃ ثانیہ نے اسلامیانِ ہند کی مذہبی وقومی اسلامی ضرورت کو پورا کر دیا۔ ہندوستان کی سیکولر حکومت اپنے دعویٰ لادینیت پر قائم نہ رہی۔ نمائندگان کانگریس کی حکومت نے غیر جانبداری کو بالائے طاق رکھ دیا۔ مسلمانانِ ہند کے دینی، اقتصادی، لسانی اور سیاسی حقوق کی پامالی کے واقعات اس قدر عام ہو گئے کہ جذبۂ ایثار رکھنے والے علماء نے محسوس کیا کہ ان کی ایک کل ہند مرکزی و سیاسی تنظیم ہو جو مسلمانوں کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے۔ چنانچہ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ مطابق نومبر ۱۹۶۳ء کو آل انڈیا سنّی جمعیۃ العلماء کانفرنس کا عظیم اجتماع کانپور میں ہونا قرار پایا۔ اس کانفرنس

۱۔ ماہنامہ نوری کرن بریلی ۱۹۶۳ء ص ۲۶، ۲۷

کی سرپرستی حضور مفتی اعظم ہند نے فرمائی۔ کانفرنس کے انعقاد سے قبل آپ نے اسکی کامیابی کے لیے ایک عالم گیر پیغام شائع فرمایا۔ اس عالم گیر پیغام کی عبارت یہ تھی۔

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

برادرانِ اہلسنت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاقومنا اجیبوا داعی اللہ۔ اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کے داعی کی پکار پر لبیک کہو۔ آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کانفرنس مسلمانان ہند کی دینی، تعلیمی، اقتصادی، لسانی، اوقاف کے تحفظ کی خاطر سرزمین کانپور میں مورخہ ۱، ۲، ۳ ر نومبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہو رہی ہے جس کی اطلاع اخبارات واشتہارات کے ذریعے آپ تک پہنچ چکی ہوگی۔ یہ اہم کانفرنس ایسے موقع پر منعقد ہو رہی ہے جبکہ ملک کے اہلسنت جسم وجان سے گزر کر دین وایمان کی سخت آزمائش میں مبتلا کئے جانے والے ہیں۔ الحاد، بے دینی پیہم شکستیں کھانے کے بعد اب حکومت وقت کا سہارا تلاش کر رہی ہے۔ اسلام کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے دشمنان اسلام مسلمانوں کے سکوت وسادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دین وملت کا سربازار نیلام کر دینا چاہتے ہیں۔ بے شمار مسائل نے مسلمان اور آئندہ نسل کے دین ودنیا کو انتہائی خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ایسی نازک حالت میں آل انڈیا سنّی جمعیت العلماء کے زعما کا سرزمین کانپور پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا فیصلہ ملک کے مسلمانوں کے لیے ایک نیک فال اور بہت توقعات کا حامل ہوگا۔

جان نثارانِ سنّیت! رہبران قوم کا جذبہ، ایثار وافادیت کے ساتھ قوم کی صلاحیت استفادیت کا وجود انتہائی اہم ہے۔ ہزار آفتاب نیم روز اپنی پوری تابانی کے ساتھ آسمان پر جلوہ گر ہوں۔ اگر نا عاقبت اندیش دوپہر کے وقت آنکھیں بند کرکے دوڑ رہے ہوں تو ٹھوکریں کھا کر بری طرح چور ہو جائیں گے۔ علماء اہلسنت مسلمانوں اور ان کی نسل کے دین ودنیا کے تحفظ کی خاطر جذبۂ ایثار کے ساتھ میدان میں اتر آئے ہیں۔ اب فرزندانِ ملت اسلامیہ کی ذمے داریاں ہیں کہ بیدار ہو کر آل انڈیا سنّی جمعیت العلماء کانفرنس کانپور کو سرمایہ کی فراہمی اور کثیر تعداد میں شرکت سے پوری طرح کامیاب بنائیں اور

سنّی جمعیت العلماء کی قیادت کو مستحکم بنانے کے لیے سارے ملک میں اسکی شاخوں کا جال بچھادیں۔ علماء اہلسنت سے بھی متوقع ہوں کہ سنی جمعیت العلماء سے وابستہ ہوکر صحت مند دینی اور دنیاوی راہ نمائی سے قوم کو مستفیض فرمائیں۔ فقط والسّلام

دعاگو فقیر مصطفےٰ رضا قادری نوری رضوی غفرلہٗ ۱؎

آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کانفرنس کی قیادت جن علماء کرام کے ہاتھوں میں تھی ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(۱) مجاہد ملّت حضرت علامہ مولانا الحاج حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ اڑلیہ علیہ الرحمۃ و الرضوان

(۲) برہان الملّت حضرت علامہ مولانا برہان الحق صاحب قبلہ جبل پوری علیہ الرحمۃ

(۳) صدر العلماء حضرت مولانا مفتی سید آل مصطفےٰ مارہروی علیہ الرحمۃ ۲؎

بحمدہٖ تعالیٰ چار لاکھ پرشکوہ مجمع نے ببانگِ دہل اعلان کیا کہ آل انڈیا سنّی جمعیت العلماء کانفرنس ہماری معتمد اور نمائندہ جماعت ہے جمعیت علمائے ہند جو کانگریس کی ہم نوا اور دیوبندی وہابی ٹولہ ہے۔ اس کو مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں۔ اصلاحات کی آڑ میں مرکزی حکومتِ ہند نے اسلامک لاء میں ایسی ترمیمات کرنے کا اعلان کیا جس سے مسلمانوں کی مذہبی شخصی آزادی شدید متاثر ہوئی۔ کانگریس کی ہمنوا جمعیت العلماء ہند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ان غیر اسلامی ترمیمات کی حمایت کی۔ اہل سنّت جو کہ ہند کی کل مسلم آبادی میں سب سے بڑی اکثریت میں ہیں گویا ان کو یہ ترمیمات کسی حال میں قبول نہ تھیں۔ چنانچہ ان کی نمائندہ مذہبی اور سیاسی تنظیموں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ اور آل انڈیا سنی جمعیت العلماء نے نہایت گونجدار اور موثر آواز میں ان غیر اسلامی ترمیمات کی مخالفت کی۔ عرس قادری رضوی بریلی شریف کے موقع پر ۲۶ صفر ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو حضور مفتی اعظم ہند کی سربراہی میں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ نے ان ترمیمات کے خلاف ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی۔ بعد میں آپ کی سربراہی میں

۱؎ ۲؎ ماہنامہ نوری کرن۔ بریلی مجریہ نومبر ۱۹۶۳ء ص ۳۵

ہونے والی آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کانپور کے اجلاس میں ان ترمیمات کے خلاف آواز اٹھائی گئی۔ ۹۷، ۱۳۹۶ھ مطابق ۷۷، ۱۹۷۶ء کا دور اسلامیان ہند کے لیے ایک بھیانک طوفان کا دور تھا۔ حکومتِ ہند نے نسبندی کے جواز کے لیے مفتیان کرام کو ترغیب و ترہیب سے مائل کرنے کی مہم شروع کی۔ کانگریس کے حامی مفتیوں نے اس کے جواز کا فتویٰ جاری کر دیا۔ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے ان فتاویٰ کی خوب تشہیر کی۔ ہندوستان کا مسلمان اب ایسے نازک موڑ پر پہنچ چکا تھا جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ پوری قوم ایسے میر کارواں کی تلاش میں تھی جو اسے سہارا دے۔ ایمان و اعتقاد کی اجڑی ہوئی کھیتی کو لالہ زار بنا دے۔ اس حال میں پاسبان ناموس رسالت، مجاہد اسلام تاجدار اہلسنت مجدد مائۃ حاضرۃ حضور مفتی اعظم ہند اپنے علمی و روحانی وقار سے جابر و ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے بے باکی و حق گوئی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری فرمایا۔

فتویٰ ملاحظہ فرمائیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے متعلق نسبندی کے آپریشن کرانے کے بارے میں عورتوں اور مردوں کے بارے میں کیونکہ آج کل گورنمنٹ کی طرف سے ایسے احکام آئے ہیں کہ نسبندی کے نہ کرانے والے سرکاری ملازم کو ملازمانہ ترقی نہ دی جائے گی۔ (وغیرہ وغیرہ) عین نوازش ہوگی۔ حضور بذات خود تکلیف گوارا کرکے اس مسئلے کو حل کرکے روانہ کریں۔ کیونکہ میں سرکاری ملازم ہوں گورنمنٹ کو اس کا جواب دینا ہے۔

نوٹ:۔ فتویٰ قرآن و حدیث وغیرہ سے مدلل ہونا چاہیے۔

فقط مرزا امتیاز بیگ رضوی چھترپوری (ایم، پی)

الجواب:۔ بعون الملک الوہاب ضبط تولید کے لیے مرد کی نسبندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعًا ناجائز و حرام ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے اور یہ قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: وَلَاٰمُرَنَّھُمْ

فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ۔ یعنی شیطان بولا۔ میں اس کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بدلیں گے۔

تفسیر صاوی میں ہے من ذٰلک تغییر خلق ھٰھنا ھو الاخصاء۔ الخ یعنی اس میں سے ہے جسم کی تغییر۔ اور تفسیر کبیر میں ہے: ان معنی تغییر خلق ھٰھنا ھو الاخصاء الخ یعنی اس آیت میں تغییر الخلق کا معنی خصّی کرنا وغیرہ ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے: لعن اللّٰہ المغیرات خلق اللّٰہ (ملخصاً) یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو (جسم کی قدرتی بناوٹ کو) بدلنے والی ہیں۔ نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کو کاٹا جاتا ہے۔ وہ بھی ایک نس ہے۔ ایسا عضو جو توالد و تناسل کا ذریعہ ہے اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے اور وہ اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام۔ کما فی کتب الفقہ۔ اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنی خصاء میں داخل ہے اور انسان کا خصّی ہونا یا کرنا بھی بنص قرآن و حدیث حرام ہے۔ جیسا کہ آیت و حدیث سے ثابت گزرا۔ نیز اور حدیث میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: لیس منّا من خصّی والاختصٰی۔ یعنی جس نے دوسرے انسان کو خصّی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں (المشکوٰۃ)، یہ گمان کہ کثرت اولاد مفلسی کا باعث ہے غلط ہے۔ بلکہ اللہ و رسول کی نافرمانی و بے حیائی کا کام مفلسی کے اسباب سے ہے۔ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث، ہم ہی تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں اور بے حیاؤں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں۔ الحاصل نسبندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں۔ فلہٰذا اس سے سخت احتراز لازم واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہٗ ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۷۶ء[1]

[1] حیات مفتی اعظم ص ۳۰۴

چونکہ ذرائع ابلاغ پر حکومت کے آہنی پنجوں کا مضبوط قبضہ تھا۔ ان کو اشاعت کا ذریعہ بنانا ممکن نہ تھا۔ آپ نے حکومت کے خلاف فتویٰ عدم جواز نس بندی کو سائیکلو اسٹائل کرا کے ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا۔ اندیشۂ سود و زیاں سے بے نیاز حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کا جرأت مندانہ اقدام دین مصطفےٰ کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا۔ اور ظالم و جابر حاکم ایمر جنسی کے دور میں آپ کے فتوے کے مقابل بے بس ہو کر رہ گیا۔ نس بندی کے خلاف فتویٰ جاری کرنے اور اسے شائع کرنے کی بناء پر ضلع کلکٹر نے مسلح فورس کے ساتھ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی محبوسی کے لیے سخت ہدایات جاری کر دیں۔ لیکن ایک صوبائی وزیر اور سابق اسپیکر صوبۂ یو۔پی نے مرکزی حکومت سے رابطہ قائم کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا" کہ اگر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کو گرفتار کیا گیا تو پورے ملک میں بے چینی کی لہر اور تشدد کے واقعات رونما ہوں گے۔ دیگر ذرائع نے بھی مرکزی حکومت کو یہی خبر دی کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی گرفتاری سے حالات مزید ابتر ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ کسی بھی حال میں اپنا فتویٰ واپس نہیں لیں گے۔ اس پر مرکزی حکومت نے مداخلت کی اور بریلی شریف کی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ گرفتاری کے احکام ختم کر دئے جائیں کچھ دنوں کے بعد وہ حکومت خود بخود ختم ہو گئی ؎۱

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلف اصغر اور دور حاضر کے عظیم قائد، ولی اللہ، عارف کامل، مجدد وقت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ گیر شخصیت کو دیکھنے کے بعد حضرت امام احمد رضا کے خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے استاذ گرامی مولانا شاہ رحم الٰہی بنگلوری کی استخراج کردہ آپ کے مادۂ تاریخ ولادت طیب دین احمد مجدد ابن مجدد اعظم ۱۳۱۰ھ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری نظر آتی ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اولاً تو کسی سے نذرانہ قبول نہ فرماتے تھے اور اگر یہ دیکھتے کہ نذرانہ پیش کرنے والے کی دل شکنی ہوتی ہے تو قبول فرما لیتے اور اسے واپس کرتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ اب ہیں آپ کی۔ نذر کرتا ہوں آپ میری طرف سے قبول فرمائیں ؎۲

؎۱ ماہنامہ استقامت کانپور مئی ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۰۶۔ ۱۲۷۔ ۲۹۰ ؎۲ ص ۱۹۷

آپ جامعہ حمیدیہ بنارس کے جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر بذریعہ کار جبل پور سے تشریف لے گئے ارکان جامعہ نے سوچا کہ سینکڑوں کلومیٹر کا سفر طے کر کے تشریف لائے ہیں۔ پٹرول وغیرہ کا فی خرچ ہوا ہوگا۔ لہذا پانچ سو روپے کی رقم پیش کرنا چاہی۔ ہزار کوشش کے باوجود آپ نے یہ نذر قبول نہ کی۔ لوگوں نے سوچا کہ اس طرح تو حضرت کا نقصان ہوگا تو مختلف لوگوں میں یہ رقم تقسیم کر دی گئی۔ یہ لوگ فرداً فرداً مصافحہ کرنے لگے اور نذرانہ پیش کرنے لگے۔ حضرت نے سب کی رقم قبول فرمانے کے بعد فرمایا کہ میں اس رقم کو جامعہ کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اس کی تعمیر میں اس کو صرف کیا جائے ۱؎

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی سنگ بنیاد پر آپ تشریف لائے تو وہاں پر بھی ایسا واقعہ پیش آیا اور آپ نے نذرانہ قبول نہ فرمایا ۲؎ اور بنیاد رکھنے کے بعد دعا فرمائی۔ سارے مجمع پر رقّت انگیز کیفیت طاری ہو گئی۔ محسوس ہونے لگا کہ عمارت مکمل ہو گئی۔ تیسرے روز جب آپ واپس ہونے لگے تو شہنشاہ قلم علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ نے جامعہ کی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا تو حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ ان کے منھ سے جلدی میں نکل گیا یہ کرایہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کرایہ کا مولوی نہیں ہوں۔"

گوناگوں مصروفیت کے باوجود حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے مختلف مذہبی موضوعات پر کثیر تصانیف کا ایک گراں قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ یہ تصانیف اپنے موضوع پر مدلّل ہیں۔ آپ کی تحریر عالمانہ، فقیہانہ اور پرکشش ہوتی ہے۔ الفاظ کا برمحل استعمال ایسا کہ کسی ایک کو آگے پیچھے کرنا ممکن نہیں رہتا ہے۔ آپ کی چند تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) فتاویٰ مصطفویہ اول، دوم، سوم (۲) الکاوی فی العاوی

(۳) حواشی و تکمیلات الاستمداد (۴) مقتل اکذب و اجہل

(۵) وہابیہ کی تقیہ بازی (۶) النکتۃ علیٰ مراء کلکتہ

۱؎ دیباچہ سامان بخشش، مطبوعہ بنارس ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء

۲؎ حیات مفتی اعظم مطبوعہ بریلی ۱۹۸۰ء ص ۲۰،۱۹

(۷) تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجہ
(۸) الملفوظ حصہ ۱، ۲، ۳، ۴
(۹) ترتیب فتاویٰ رضویہ جلد دوم
(۱۰) ادخال السنان
(۱۱) الموت الاحمر
(۱۲) وقایہ اہلسنت عن مکر دیوبند والفتنہ
(۱۳) مقتل کذب وکید
(۱۴) الفتسورہ
(۱۵) طرد الشیطان (عمدۃ البیان)
(۱۶) حجہ داہرہ بوجوب حجۃ الحاضرہ
(۱۷) نفی العار عن المعائب المولوی عبد الغفار
(۱۸) القول العجیب
(۱۹) القسم القاسم
(۲۰) ہشتابید و بند بر مکاری دیوبند
(۲۱) وقعات السنان
(۲۲) اشد الباس
(۲۳) سیف الجبار
(۲۴) الذر المقبریۃ علی مفوش النجدیہ
(۲۵) طرق الہدیٰ والارشاد فی حکم العمارۃ والجہاد
(۲۶) حواشی و فوائد فتاویٰ رضویہ جلد ۴ کتاب النکاح
(۲۷) نور العرفان
(۲۸) سامان بخشش

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ اردو زبان ان کے گھر کی باندی ہے۔ آپ نے حمد، نعت، منقبت سب کچھ کہا۔ ہر ایک میں رنگِ تغزل جھلملاتا ہے۔ رس اور نغمگی پڑھنے اور سننے والوں کو مسحور کر دیتی ہے۔ لطافت، صداقت، گہرائی، بلند فلسفہ اور بلاغت اشعار کی جان ہیں۔ نوریؔ تخلص فرماتے تھے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

نغمۂ نعت

کون کہتا ہے آنکھیں چرا کر چلے
کب کسی سے نگاہیں بچا کر چلے

کون ان سے نگاہیں لڑا کر چلے
کس کی طاقت جو آنکھیں ملا کر چلے

وہ حسین کیا جو فتنے اٹھا کر چلے
ہاں حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے

رب کے بندوں کو رب سے ملا کر چلے
جلوۂ حق وہ ہم کو دکھا کر چلے

مَن رَأنِی رَاءَ الحق سناکر چلے
میرا جلوہ ہے حق کا جتا کر چلے

شب کو شبنم کی مانند رویا کئے
صورتِ گل وہ ہم کو ہنسا کر چلے

داغِ دل ہم نے نوری دکھا ہی دیا
دردِ دل کا فسانہ سنا کر چلے

منقبت غوث اعظم رَضی اللہ عَنہ

تجلی نورِ قدم غوثِ اعظم
ضیاء سراج الظلام غوثِ اعظم

نہیں لاتا خاطر میں شاہوں کو شاہا
تیرا بندۂ بے درم غوثِ اعظم

ترا ایک قطرہ عوالم نما ہے
نہیں چاہئے جامِ جم غوثِ اعظم

ترا حسن نمکین بھرے زخم دل کو
بنے مرہم بر دِلم غوثِ اعظم

تمہارے کرم کا ہے نوری بھی پیاسا
ملے یم سے اس کو بھی نم غوثِ اعظم

دیگر فنون کی طرح آپ فن تاریخ گوئی میں بھی اپنے زمانہ میں بے مثل تھے۔ آپکی تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ بہت سے لوگ اپنے یہاں پیدا ہونے والے بچوں کے نام آپ سے دریافت کرتے۔ آپ فوراً نام بتا دیتے۔ حساب کرنے پر پتہ چلتا کہ آپ کا بنایا ہوا نام تاریخی ہے۔ حضرت محدث اعظم پاکستان قدس سرّہ کے وصال ۱۳۸۲ھ پر صوفی اقبال احمد بریلوی نے اپنے ماہنامہ نوری کرن کا خاص نمبر محدث اعظم پاکستان شائع کیا۔ اس کے لئے انھوں نے حضور مفتی اعظم ہند رحمتہ اللہ علیہ سے تاریخ وصال کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ کل صبح بعد نماز فجر آنا۔ صوفی صاحب دوسرے روز فجر کی نماز کے بعد حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت وظیفے میں مشغول تھے۔ انھیں اشارے سے بیٹھنے کو فرمایا۔ بعد فراغت وظیفہ ایک کاغذ لیا اور صرف بیس منٹ میں لوح تاریخ وصال لکھ کر عطا کر دی۔ اس میں اکیس ۲۱ تاریخی مادّے تھے [۱]

---

[۱] مفتی اعظم ہند۔ از مولانا عبدالنعیم عزیزی

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے۔ پوری دنیا میں آپکے مُریدین موجود ہیں۔ یہانتک کہ حرمین شریفین میں بھی ان کے مریدین ہیں۔ وہاں کے کچھ خدام حضرت کے مریدوں میں شامل ہیں۔ درگاہ اجمیر مقدس کی جامع مسجد کے امام و خطیب بھی آپ سے بیعت ہیں۔ اور درگاہ شریف کے بہت سے شاہزادے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ کچھ حضرات کو آپ سے خلافت بھی ملی ہے۔

خود حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کے مرشد خانے کے چند افراد بھی انکے دست حق پرست پر بیعت ہیں۔ باوجود منع فرمانے کے بھی خانوادۂ برکاتیہ کے ان نوری افراد نے مرید نوری سیدنا مفتی اعظم نوری بریلوی کو باصرار اپنا مرشد طریقت بنایا۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق حضور مفتی اعظم ہند قدس سرّہٗ الرحمٰن کے مریدین کی تعداد لگ بھگ دو کروڑ ہے۔ جن میں علماء، فضلاء، شعراء، ادباء، مشائخ و اولیا، مدبّرین، مفکرین، قائدین اور دانشور، پروفیسر اور صحافی صاحبان بھی شامل ہیں۔ آپ کے خلفاء کی ہی تعداد اتنی ہے جتنے بعض بڑے بڑے پیر صاحبان کے مریدوں کی تعداد ہوگی۔

تاج الملّۃ، اعلم علماء عالمین، رأس المحققین، امام المتکلمین، سراج کملاء و فقہاء، صدر بزم اولیا، علم و فضیلت کے ماہِ تاباں، شریعت و طریقت کے مہر درخشاں، ملّتِ طاہرہ کے مؤید و قائد، مجدد ابن مجدد مفتی اعظم ہند الحاج علامہ مولٰنا محمد مصطفٰے رضا نوری بریلوی نور اللہ مرقدہٗ تقریباً ۹۲ برس کی عمر میں ۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ/ ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء شب ایک بجکر چالیس منٹ ذکر الٰہی و رسالت پناہی کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ریڈیو اور اخبارات چیخ اٹھے۔ ملک اور بیرون ملک کے گوشے گوشے سے نیاز مندوں کا ایک سیلاب بریلی شریف کی طرف امنڈ پڑا۔ اور نماز جنازہ میں تقریباً ۲۵ لاکھ افراد نے شرکت کی۔ بعدہ ان کے نورانی جسد اطہر کو ان کے والد بزرگوار کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے

للہ اپنے حال پر رحم کرو

ایمان کے حقیقی وواقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو۔ جیسے تمہارے ماں باپ، تمہارے اُستاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد۔ جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ۔ ان کو دُودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ ان کی صُورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو۔ نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص انہیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔ اس کے جبے، عمامے پر کیا جائیں۔ کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں۔ کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے؟ اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر بُرے سے بدتر نہ جانا یا اسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ تمہیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔ قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دُور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا؟ اگرچہ اس کا پیر یا اُستاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا؟ اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو۔

(تمہیدِ ایمان صفحہ ۶/۷ مطبوعہ لاہور)

از: اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۰ سالہ جشن ولادت امام احمد رضا ۱۰ شوال ۱۴۲۲ھ کو دُنیا بھر میں عظیم پیمانے پر منایا جائے۔